اسلام کا تصوّرِ تحقیق اور جدید سائنس

تحریر: نعیم احمد خان

جدید سائنسی طریق کار عملِ استخراج (Deduction) اور عملِ استقراء (Induction) کے امتزاج سے وجود میں آیا' لیکن اس طریق تحقیق نے اتفاقاً جنم نہیں لیا' بلکہ اس کی پشت پر بے شمار انسانوں کی صدیوں پر محیط جدوجہد کار فرما ہے۔ اولاً چوتھی صدی قبل مسیح میں ارسطو نے استخراجی طرزِ فکر کو ایک منظم انداز میں متعارف کروایا۔ پھر بعض مغربی مفکرین کے بقول ۱۷ویں صدی میں فرانسس بیکن نے استقرائی طرزِ تحقیق کی بنیاد رکھی اور یوں جدید سائنسی طرزِ تحقیق نے جنم لیا۔ چنانچہ فرانسس بیکن یا اس کے ایک ہم نام روجر بیکن کو علمی تحقیق کا بانی قرار دیا جانے لگا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا فرانسس بیکن یا روجر بیکن ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے مشاہدات و تجربات کی روشنی میں نتائج اخذ کرنے کی صورت میں سائنسی طریق تحقیق کی بنیاد رکھی؟ تاریخ اس نقطۂ نظر کی نفی کرتی ہے اور مسلمانوں کو سائنسی تحقیق کا موجد قرار دیتی ہے۔ پھر اسلام کے تصورِ تحقیق کے مطابق سائنسی طرزِ تحقیق ۱۷ویں صدی کی پیداوار نہیں' بلکہ یہ تصور تو اسلام نے اس سے سینکڑوں سال قبل ہی انسان کو دے دیا تھا۔

اسلام کا تصورِ علم و تحقیق

زمانہ قدیم میں مشاہدات و تجربات کا تصور ڈھونڈنے سے نہیں ملتا۔ لوگ عموماً سنی سنائی باتوں پر ہی یقین رکھتے جن کے لئے اُن کے پاس کوئی دلیل نہ ہوتی۔ پھر اسلام نے مشاہدات سے کام لینے پر زور دیا۔ یہاں اسلام سے مراد اسلام کا آخری version یعنی قرآن و سُنّت کی تعلیمات ہیں۔ یوں تو اسلام تاریخ انسانی کے کسی خاص عرصہ کی پیداوار نہیں' بلکہ قرآنی تعلیمات کی رو سے حضرت آدم علیہ السلام اس دنیا پر پہلے انسان ہی نہیں پہلے نبی بھی تھے۔

اسلام میں مشاہدات و تجربات پر علم کی بنیاد رکھنے کی ایک ابتدائی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعے میں ملتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ○ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ○ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ ﴾ (الانعام : ۷۷-۸۰)

"اور جب رات ہوئی تو انہوں (حضرت ابراہیمؑ) نے ایک تارا دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے۔ جب وہ چھپ گیا تو کہنے لگے میں چھپنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ پھر جب انہوں نے چاند کو روشن دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے 'مگر جب وہ بھی چھپ گیا تو کہنے لگے : اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی تو میں راہ بھٹک جاؤں گا۔ پھر جب انہوں نے چمکتے ہوئے سورج کو دیکھا تو کہنے لگے یہ میرا رب ہے 'یہ بڑا ہے' مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہنے لگے : اے میری قوم! بلاشبہ تم جو شرک کرتے ہو میں اس سے بیزار ہوں۔ میں نے اپنا رخ اُس (اللہ) کی طرف کرلیا ہے جس نے زمین و آسمان کو تخلیق کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں"۔

اس طرح مشاہدات و تجربات سے گزرتے ہوئے بالآخر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا۔ اسے مشاہدات و تجربات کے ذریعے حقیقت تک پہنچنے کی قدیم ترین مثال قرار دیا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید میں حصولِ علم کے ضمن میں مشاہدات و تجربات کو بہت اہمیت دی گئی ہے اور بار بار مختلف انداز اور اسلوب اختیار کرتے ہوئے عقل و شعور سے کام لینے کی دعوت دی گئی ہے۔

مشاہدات و تجربات کی ترغیب پر مبنی قرآنی آیات

قرآن مجید محض سنی سنائی باتوں اور دلائل و براہین سے عاری معلومات پر انحصار کی

شدت سے نفی کرتا ہے اور غور و فکر کی ترغیب دلاتا ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۷۰ میں فرمایا گیا:

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ○ ﴾

"اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے اتارا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء و اَجداد کو پایا' چاہے ان کے باپ دادا عقل سے کام نہ لیتے ہوں اور نہ ہی ہدایت یافتہ ہوں"۔

یعنی کسی عمل یا بعض معلومات کو محض اس بناء پر درست قرار نہیں دیا جاسکتا کہ وہ روایتی طور پر نسل در نسل چلی آرہی ہے' اس لئے کہ اس میں غلطی کا پورا امکان موجود ہے۔ چنانچہ بغیر سوچے سمجھے ایسی معلومات پر انحصار درست ہے نہ مسلسل عمل پیرا رہنا۔ سورۃ الانعام میں فرمایا گیا:

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ○ ﴾

(الانعام : ۵۰)

"آپ ان سے کہہ دیجئے کہ کیا اندھا اور بصیرت رکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ تم لوگ غور کیوں نہیں کرتے"۔

اندھا ہمیشہ دوسروں کا دست نگر ہوتا ہے جبکہ بصارت و بصیرت رکھنے والا فرد چیزوں کو دیکھتا ہے' ان کا مشاہدہ و تجربہ کرتا ہے۔ اس آیت میں اندھے اور صاحب بصارت کی مثال دے کر ترغیب دلائی گئی ہے کہ اندھوں کی طرح سنی سنائی باتوں پر یقین نہ کرو' بلکہ بصیرت رکھنے والوں کی طرح خود مشاہدات و تجربات سے حقائق تلاش کرو۔ سورۃ الانفال میں فرمایا گیا:

﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ○ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ ﴾

(الانفال : ۲۱'۲۲)

"اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کہتے ہیں ہم نے سن لیا' حالانکہ وہ سنتے نہیں۔

یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین حیوان وہ گونگے بہرے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے"۔

یعنی یوں تو سبھی لوگ مظاہر فطرت کو دیکھتے ہیں' مگر ان پر غور و فکر نہیں کرتے' محض سرسری نظر سے دیکھ لینے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ حالانکہ مظاہر فطرت کا گہرا مشاہدہ ہی حقائق سے پردہ اٹھا سکتا ہے۔ اس آیت میں مظاہر فطرت سے صرفِ نظر کرنے والوں کو بدترین حیوان قرار دیا گیا ہے۔

سائنسی طریق کار کی بنیاد پر مبنی آیات

بعض اعداد و شمار کے مطابق قرآن مجید کی کل چھ ہزار سے زائد آیات میں سے ۷۵۶ آیات میں مشاہدات و تجربات سے کام لینے اور سوچ و بچار کرنے کا حکم یا ترغیب دلائی گئی ہے۔ اور ان آیات میں علومِ سائنس کے مختلف شعبوں کی بنیاد مضمر دکھائی دیتی ہے۔ سورۃ البقرۃ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۝ ﴾ (البقرۃ : ۱۶۴)

"بے شک زمین و آسمانوں کی پیدائش میں' اور رات دن کے بدلتے رہنے میں' اور اس کشتی میں جو سمندر میں وہ چیزیں اٹھا کر چلتی ہے جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں' اور جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا' پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے (بنجر ہو جانے) کے بعد زندہ کیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے' اور ہواؤں کے چلنے میں اور زمین و آسمان کے درمیان تابع بادلوں میں عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں"۔

اس آیت میں اہل عقل و منطق کو کائنات اور مظاہر فطرت پر غور و خوض کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور ان کا مشاہدہ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ سورۂ آل عمران

میں فرمایا :

﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ○ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ○ ﴾ (آل عمران : ۱۹۰'۱۹۱)

"بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں عقلندوں کے لئے نشانیاں ہیں جو اللہ کو کھڑے' بیٹھے اور لیٹے ہوئے یاد کرتے ہیں اور زمین اور آسمان کی تخلیق پر غور و فکر کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں کیا' تُو پاک ہے' پس تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے!"

سورۃ الروم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ○ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ○ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ○ ﴾ (الروم : ۲۰-۲۲)

"اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا' پھر یکایک تم بشر ہو کہ (زمین میں) پھیلتے چلے جا رہے ہو۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے' تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو' اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں دانش مند لوگوں کیلئے"۔

یعنی مظاہر فطرت پر محض سرسری نگاہ ڈالنے سے ان کی حقیقت نہیں کھلتی' بلکہ جو لوگ ان

کی حقیقت جاننے کے متمنی ہوتے ہیں اور وہ مشاہدات و تجربات اور غور و فکر کرتے ہیں انہیں ہی اصل حقیقت کا علم ہوتا ہے۔ یہاں بھی بالواسطہ طور پر مشاہدات و تجربات اور غور و فکر کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ پھر سورۃ النحل میں فرمایا :

﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ ﴾

(النحل : ۱۲)

"اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے' اور ستارے بھی اسی کے حکم کے تابع ہیں۔ بلاشبہ غور و فکر کرنے والوں کے لئے ان میں نشانیاں ہیں"۔

ان تمام آیات اور اسی طرح کی متعدد دوسری آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو مظاہر فطرت کے مشاہدے کی نہایت شدومد سے ترغیب دلائی گئی ہے کہ ان تمام مظاہر پر غور و فکر کرو اور ان کی اصلیت جاننے کی کوشش کرو۔ ان کے مشاہدے و تجربے کے نتائج کے ذریعے حقیقت تک رسائی حاصل کرو۔ یہ مظاہر بامقصد ہیں' ان سے صرفِ نظر نہ کرو' بلکہ مسلسل ان کا مشاہدہ و تجربہ کرتے رہو۔ یعنی حقیقت و سچائی تک رسائی کے لئے مشاہدے اور غور و فکر کی پُرزور دعوت دی گئی ہے۔

مشاہدات و تجربات سے کام نہ لینے والوں کی مذمت

قرآن مجید ایسے لوگوں کی شدید مذمت کرتا ہے جو اندھوں کا سا طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں اور مشاہدات و تجربات کی جانب توجہ نہیں دیتے اور مظاہر فطرت پر غور و فکر نہیں کرتے۔ چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا :

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ ﴾ (بنی اسرائیل : ۳۶)

"اور اُس چیز کے پیچھے مت چلو جس کا تمہیں علم نہیں۔ بے شک آنکھ' کان اور دل کے بارے میں (قیامت کے دن) تم سے پوچھا جائے گا"۔

یعنی سماعت و بصارت اور فکر و نظر کی صلاحیتیں انسان کو اس لئے عطا کی گئی ہیں تاکہ وہ ان

سے کام لے ' سوچ بچار کرے اور ان صلاحیتوں کے استعمال سے حصولِ علم کی ہر ممکن کوشش کرے ' اور پھر اس علم پر عمل بھی کرے۔ لیکن اگر انسان ان صلاحیتوں سے کام نہیں لیتا اور محض سنی سنائی باتوں پر عمل کرتا ہے جن کے بارے میں اس کے پاس کوئی علم نہیں تو قرآنی تعلیمات کے مطابق قیامت کے روز ایسے لوگوں سے پوچھ گچھ ہوگی کہ انہوں نے ان صلاحیتوں سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا۔ سورۂ اعراف میں تو نہایت سخت انداز اختیار کیا گیا ہے۔ فرمایا گیا :

﴿ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۡ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ ﴾

(الاعراف : ۱۷۹)

"اور ہم نے جہنم کے لئے بہت سے جن اور آدمی پیدا کئے ہیں۔ ان کے دل ہیں لیکن وہ ان سے سمجھتے نہیں ' ان کی آنکھیں ہیں لیکن وہ ان سے دیکھتے نہیں ' ان کے کان ہیں لیکن وہ ان سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ چوپاؤں کی مانند ہیں ' بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔ یہی لوگ غافل ہیں۔"

یعنی جو لوگ غور و فکر نہیں کرتے ' حواس کو استعمال کرتے ہوئے مشاہدات و تجربات کے ذریعے علم حاصل نہیں کرتے ' ایسے لوگوں اور چوپاؤں میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ اس آیت مبارکہ کی رو سے تو ایسے لوگوں کے لئے جہنم تیار کی گئی ہے۔

احادیثِ نبویؐ اور اسلامی تصوّرِ تحقیق

قرآن مجید کی طرح احادیثِ نبوی میں بھی مشاہدات و تجربات اور غور و فکر پر بہت زور دیا گیا ہے۔ خود احادیث کے انتخاب کے ضمن میں بھی تحقیق و تفتیش کی بہت اہمیت ہے ' بلکہ اس کوشش کے نتیجے میں دو بڑے علومِ حدیث وجود میں آئے۔ ان دو میں سے ایک علم روایت ہے جس میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ حدیث جس شخص نے بیان کی ہے اس کا سیرت و کردار کیا ہے۔ نیز جن جن لوگوں سے احادیث کا بیان منسوب ہے کیا ان کے درمیان کوئی رابطہ یا تعلق تھا بھی یا نہیں؟ اسی سے اسماء الرجال کے علم نے جنم لیا۔ علومِ

حدیث کا دوسرا شعبہ علمِ درایت ہے' جس میں محدثین نے احادیث کے قبول وعدمِ قبول کے متعدد اصول و ضوابط وضع کئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اگر کوئی حدیث قرآن مجید کے خلاف 'فطرت کے خلاف ہو یا سُنت اور کسی اور صحیح حدیث کے خلاف ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا یا ترجیح نہیں دی جائے گی۔

خلفاءِ راشدین' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محدثین و علمائے کرام رحمہم اللہ احادیث کے انتخاب اور قبول و عدم قبول میں سخت احتیاط اختیار کرتے رہے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پانچ سو احادیث کا صحیفہ حضور ﷺ سے کوئی بات غلط طور پر منسوب ہو جانے کے ڈر سے ضائع کر دیا۔ اس موقع پر آپؓ نے فرمایا :

خَشِيْتُ اَنْ اَمُوْتَ وَهِيَ عِنْدِىْ فَيَكُوْنُ فِيْهَا اَحَادِيْثَ عَنْ رَجُلٍ قَدِ ائْتَمَنْتُهٗ وَوَثِقْتُهٗ وَلَمْ يَكُنْ كَمَا حَدَّثَنِىْ فَاكُوْنَ قَدْ نَقَلْتُ ذَاكَ فَهٰذَا لَا يَصِحُّ

"میں ڈر گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ (صحیفہ) میرے پاس ہو اور میں مر جاؤں' اور اس (مجموعے) میں ایسے شخص کی احادیث بھی شامل ہوں جس پر اگرچہ میں نے تو بھروسہ اور اعتماد کیا ہو مگر اس نے جو کچھ کہا ہو وہ ویسے نہ ہو اور میں نے اسے نقل کر دیا ہو تو یہ درست نہ ہو گا۔"(۱)

احادیثِ نبویؐ میں دنیاوی معاملات پر غور و فکر کی متعدد بار ترغیب دلائی گئی ہے' مگر الٰہیات میں غور و فکر اور عقل کے گھوڑے دوڑانے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

((اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْحَكِيْمِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا))

(رواہ الترمذی)

"حکمت بھری بات صاحب حکمت کی متاعِ گمشدہ ہے' اور وہ اس کا زیادہ حق دار ہے جہاں بھی اسے پائے"۔(۲)

یعنی ایسا علم جو غور و فکر اور تحقیق و تفتیش کے بعد حاصل ہوا اصل میں وہ صاحب حکمت شخص ہی کی گمشدہ متاع تھی جو اس نے محنت سے ڈھونڈ نکالی۔ حکمت کو گم شدہ میراث

قرار دے کر اِس جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ مسلمان تحقیق و تفتیش کے میدان میں ہمہ وقت سرگرداں رہیں کہ یہ نیا علم ان کی کھوئی ہوئی شے کی مانند ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں ایک مختلف انداز اختیار کیا گیا ہے۔ چنانچہ واثلہ بن اسقع نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا :

((مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ فَاَدْرَکَهُ کَانَ لَهُ کِفْلاَنِ مِنَ الْاَجْرِ' فَاِنْ لَّمْ یُدْرِکْهُ کَانَ لَهُ کِفْلٌ مِّنَ الْاَجْرِ)) (رواہ الدارمی)

"جس نے علم طلب کیا اور اسے پالیا اس کے لئے دہرا ثواب ہے' اور اگر (علم طلب تو کیا مگر) پانہ سکا تو اس کے لئے اکہرا اجر ہے۔"(۳)

یعنی تحقیق و تفتیش کے میدان میں کامیابی یا ناکامی ہر صورت میں سفر جاری رکھنا ہے' پیچھے نہیں ہٹنا' اور نئے سے نئے علم کے حصول کی کوشش جاری رکھنی ہے۔ یہاں بلیغ انداز میں اشارہ ہے کہ تجربہ و تحقیق کے میدان میں ہر کوشش کا ثمر آور ہونا ضروری نہیں' اور نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ کوشش ترک کردی جائے۔

اسلامی تصورِ تحقیق اور مسلمان سائنس دان

فکری و نظری سطح پر قرآن مجید اور احادیث نبویؐ میں سائنسی طریق تحقیق کی تمام تر اساسات اور علومِ حدیث میں اس کے عملی اظہار کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے سائنسی تحقیقات کو وجود بخش کر اور سائنسی ترقی میں نمایاں کردار ادا کر کے عملاً ثابت کر دیا کہ اسلام میں غور و فکر اور تحقیق و تفتیش کی کس قدر اہمیت ہے اور یہ کہ مسلمان ہی اصلاً اس انداز فکر کے بانی ہیں۔

نصیرالدین طوسی کو تیرھویں صدی عیسوی کا مشہور کیمیا دان مانا جاتا ہے۔ جابر بن حیان آٹھویں صدی کا معروف کیمیادان تھا۔ ابو بکر محمد بن زکریا رازی کو طب کے میدان میں نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ ان کی کتاب "الحاوی" کو طبی معلومات کا انسائیکلوپیڈیا کہا جا سکتا ہے۔ بو علی سینا کی تصنیف "القانون فی الطب" میں ساڑھے سات سو سے زائد دواؤں کا ذکر ملتا ہے۔ یہ کتاب سترہویں صدی تک یورپی یونیورسٹیوں میں بطورِ درسی کتاب پڑھائی جاتی رہی۔

ماہر طبیعیات ابن الہیثم کا دور دسویں صدی عیسوی ہے۔ اسے طبیعیات کے شعبہ روشنی میں امام تسلیم کیا گیا ہے۔ کیمرے کا ابتدائی اصول ابن الہیثم کا دیا ہوا ہے۔ اس نے یہ اصول سوئی چھید کیمرہ (Pin -hole Camera) کی شکل میں دیا۔ "اس دور کے عظیم یورپی علماء روجر بیکن' لیونارڈو ڈاونچی اور یوہان کیپلر وغیرہ ابن الہیثم کی بصیرت سے مستفید ہوئے اور ان پر اس کے علمی طرزِ فکر کی گہری چھاپ موجود ہے۔"(۴)

ابن شاکر کا دور نویں صدی عیسویں ہے۔ اس نے چھوٹی سے چھوٹی اشیاء کی پیائش کے آلے کا تصور دیا۔ اس کی تصنیف "کتاب الحیل" میکانیات پر دنیا کی اولین کتاب ہے۔(۵) اسی طرح کے بے شمار مسلم سائنس دانوں نے سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں نمایاں کردار ادا کیا اور یورپ نے ان سے فیض پایا۔

اسلامی تصوّرِ تحقیق اور یورپی سکالر

بہت سے یورپی مفکرین بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ تجربی طریق کار مسلمانوں نے ہی متعارف کروایا۔ اور وہ مسلمانوں کی سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں خدمات کا اعتراف کرتے ہیں۔ چنانچہ جارج سارٹن لکھتا ہے :

> *"The ninth century was essentially a Muslim century. To be sure intellectual work did not cease in other countries, far from it, but the activity of the Muslim scholars and men of science was over whelmingly superior.*(۶)
>
> "نویں صدی یقیناً مسلمانوں کی صدی تھی۔ اس یقین کے باوجود کہ علمی کام دوسرے ممالک میں رک نہیں گیا تھا' بہرحال مسلمان علماء اور سائنس دانوں کی خدمات ان سے بہت بلند تر تھیں۔"

رابرٹ بریفالٹ لکھتا ہے :

> *"Neither Roger Bacon nor his later name sake has any title to be credited with having introduced the experimental method. Roger Bacon was no more than one of the apostles of Muslim Science."*(۷)

"نہ راجر بیکن اور نہ ہی اس کے بعد اس کا ہم نام تجربی طریق کار متعارف کروانے کے اعزاز کا حقدار ہے۔ راجر بیکن تو (عیسائی یورپ کے لئے) مسلمانوں کی سائنس کے سفیروں یا پیغام رسانوں میں سے ایک تھا۔"

"بعض یورپی مصنفوں کی غلط بیانیوں کی وجہ سے دنیا مدت تک اس غلط فہمی میں رہی کہ سائنسی علوم اور سائنسی طریق تحقیق کے موجد یورپ کے لوگ ہیں۔ چنانچہ بعض لوگوں کا خیال یہ تھا کہ سائنسی طریق تحقیق کا موجد روجر بیکن یا اس کا ایک اور ہم نام ہے۔ لیکن سائنسی علوم کی تاریخ کے موضوع پر حال کی علمی تحقیق نے اس ناقابل تردید تاریخی حقیقت سے پردہ چاک کر دیا کہ سائنسی طریق تحقیق جس کی بدولت موجودہ سائنسی علوم وجود میں آکر ترقی پذیر ہوئے، مسلمانوں نے ایجاد کیا تھا اور یورپ کے حالیہ سائنسی علوم کی بنیاد بھی مسلمانوں نے رکھی تھی۔"(۸)

اس لئے یہ کہنا کہ "تجربی منہاج کی دریافت کا سہرا مغرب کے سر ہے' سراسر غلط ہے۔ یورپ نے اس حقیقت کو اگرچہ بہت دیر میں تسلیم کیا کہ سائنس کا منہاج دراصل مسلمانوں کی دریافت ہے لیکن بالآخر اُسے اس کا اعتراف کرنا ہی پڑا۔"(۹)

حواشی

۱) تدوین حدیث از مناظر احسن گیلانی' ادارہ مجلس علمی' کراچی' ۱۹۵۶' ص ۲۸۰' ۲۸۱

۲) مشکوٰۃ المصابیح مترجم از امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری' مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ کتاب العلم' ص ۶۷

۳) ایضاً' ص ۴۷

۴) معروف مسلمان سائنس دان' شائع کردہ اُردو سائنس بورڈ' لاہور (ص ۹)

۵) ایضاً' ص ۱۲

٦) *An Introduction to the History of Science by George Sarton. Carnegie Institute of Washington, 1950. Vol. 1, p. 543.*

۷) *The Making of Humanity by Robert Briffault London, 1919, P. 201*

۸) اسلام اور سائنس اَز ڈاکٹر محمد رفیع الدین' اقبال اکادمی پاکستان' کراچی۔ ص ۸' ۹

۹) *The Reconstruction of Religious Thought in Islam, by Dr. Muhammad Iqbal, Hafeez Press Lahore, 1977 .P. 129.*